حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

سنگاپور میں امریکی نوجوان کو کوڑے کی سزا اور امریکہ کا واویلا

گذشتہ دنوں سنگاپور میں ۱۸ سالہ امریکی نوجوان مائیکل فے کو سنگاپور کی سڑکوں پر ہنگامہ کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا اور عدالت نے ملکی قانون کی خلاف ورزی پر چھ کوڑوں اور قید کی سزا سنائی جس پر امریکہ اور برطانیہ کے اخبارات نے بہت زیادہ واویلا کیا اور اسے جاہلانہ تہذیب قرار دیتے ہوئے سنگاپور کی حکومت پر دباؤ ڈالا گیا کہ کوڑوں کی یہ سزا معطل کی جائے کہ موجودہ تہذیب اس سزا کی متحمل نہیں ہو سکتی ۔ امریکی صدر بل کلنٹن نے سنگاپور کی عدالت کے فیصلے پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور کھلے عام اس سزا پر کڑی نکتہ چینی کی ۔ امریکی صدر نے اس سزا پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ I THINK IT WAS A MISTAKE

امریکہ کے نائب سیکریٹری آف اسٹیٹ ونسٹن لارڈ نے واشنگٹن میں سنگاپور کے سفیر کو امور خارجہ کے دفتر میں طلب کر کے اپنی حکومت کے موقف سے آگاہ کیا اور کہا کہ سنگاپور کی عدالت کے اس فیصلے سے امریکہ کو بڑی مایوسی ہوئی ہے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ امور خارجہ امریکی شہریوں کو خبردار کرے گی کہ اگر سنگاپور میں امریکی شہری کسی جرم میں ملوث پایا گیا تو اسے سخت سزا دی جائے گی ۔

ٹائم انٹرنیشنل نے ۱۶ مئی ۱۹۹۴ء شمارہ نمبر ۲۰ کے صفحہ ۳ پر THE MARK OF THE CANE کے عنوان کے تحت ایک مضمون شائع کیا اور امریکی نوجوان کو دی گئی کوڑوں کی سزا والی رنگین تصویر بھی شائع کی جس میں دکھایا گیا ہے کہ امریکی نوجوان کو ایک لکڑی پر پیٹ کے بل اوندھا کر کے ، اور ہاتھ پیر باندھ کر سزا دی جا رہی ہے ۔ اور کوڑے مارنے والے کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ بڑی شدید ضرب لگا رہا ہے اور اس کا ہاتھ اوپر سے نیچے آ رہا ہے ۔

امریکی نوجوان کو دی جانے والی یہ سزا امریکہ میں گفتگو اور بحث کا موضوع بنی ہوئی ہے اخبارات اور دیگر ذرائع امریکی عوام کی آراء معلوم کرنے کے لیے انٹرویو لے رہے ہیں سی این این کی رپورٹ بتلاتی ہے کہ امریکی عوام کی اکثریت سنگاپور میں دی جانے والی اس سزا کی حمایت کرتے ہیں اور سنگاپور کے ملکی قانون کا احترام کرتے ہوئے انہیں حق بجانب سمجھتے ہیں ۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر امریکہ میں اس قسم کی کڑی سزائیں

نافذ کرے تو امریکہ میں جرائم ختم ہو سکتے ہیں اور لوگوں کے جان و مال کی حفاظت ہو سکتی ہے۔

سنگاپور میں دی جانے والی اس سزا نے اس وقت عالمی شہرت حاصل کر لی ہے۔ وہ لوگ جو اس سزا کو وحشیانہ اور جاہلانہ قرار دیتے ہوئے اسلام کی متعین کردہ سزاؤں کو نشانہ طعن بناتے تھے وہ بھی اب تسلیم کر رہے ہیں کہ ان سزاؤں سے معاشرہ کا لٹا ہوا سکون دوبارہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس سے لوگوں کی عزت و عصمت جان و مال کا تحفظ کیا جا سکتا ہے۔ سنگاپور کی حکومت اسلامی نہیں لیکن معاشرہ کی خوشحالی اور صحت یابی کے لیے جو بظاہر سخت سزائیں تجویز کرتا ہے اس سے سنگاپور کے عوام پوری طرح مطمئن ہیں۔ اور امریکہ و یورپ کے بھی اکثر عوام اس سزا کے حامی ہیں۔ البتہ وہ لوگ جن کے دلوں میں چور ہے۔ جو بظاہر شریف اور بباطن بدمعاش ہیں۔ وہ اس سزا کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک یہ سزائیں موجودہ تہذیب اور حقوق انسانی کے قطعاً خلاف ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نام نہاد مفکرین محض چند افراد کو بچانے کے لیے پورے معاشرے کو داؤ پر لگانے کے لیے تیار ہیں۔ ان کے نزدیک پورا معاشرہ بے شک غیر یقینی صورت حال سے دوچار رہے اور بے اطمینانی کی زندگی گزارے لیکن چند افراد پر کڑی سزائیں نافذ کر دینا وحشیانہ اور جاہلانہ عمل قرار پاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحؒ نے چور کو دی جانے والی سزا کے سلسلے میں کتنا پیارا بیان دیا ہے کہ: بلاشبہ جہاں کہیں یہ حدود جاری ہوتی ہیں دو چار ہی کی سزا یابی کے بعد چوری کا دروازہ قطعاً بند ہو جاتا ہے

> آج کل مدعیان تہذیب اس قسم کی حدود کو وحشیانہ سزا سے موسوم کرتے ہیں لیکن چوری کرنا اگر صاحبوں کے نزدیک کوئی مہذب فعل نہیں ہے تو یقیناً آپ کی مہذب سزا اس غیر مہذب دستبرد کے استیصال میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اگر تھوڑی سی وحشت کا تحمل کرنے سے بہت سے چور مہذب بنائے جا سکتے ہوں تو حاملین تہذیب کو خوش ہونا چاہیئے کہ ان کے تہذیبی مشن میں اس وحشت سے مدد مل رہی ہے۔ (فوائد القرآن صن۱۵۰)

جن ممالک میں یہ سزائیں کسی نہ کسی درجے میں رائج ہیں وہاں کے لوگ سکون و اطمینان کا سانس لیتے ہیں۔ اور بے خوف و خطر آتے جاتے ہیں اور جہاں ان سزاؤں کو وحشیانہ اور غیر مہذب سزائیں کہا جا رہا ہے ان کے حالات بھی دیکھیں جرائم میں دن بدن اضافہ۔ قتل و غارت گری۔ تشدد و خوف۔ ۸ سالہ بچی سے لے کر ۸۰ سالہ بوڑھی تک اس قسم کے قماش کا شکار بنی ہوئی ہے۔ امریکہ، برطانیہ میں شاید ہی کوئی ایک گھنٹہ گزرتا ہو جس میں کہیں نہ کہیں ہنگامہ۔ چوری۔ لوٹ مار قتل ہراساں کرنے اور عورتوں کو تنگ کرنے کے واقعات رونما نہ ہوتے ہوں۔ اس کے باوجود مغربی حکمراں دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم سے زیادہ مہذب کوئی نہیں۔ ترقی،

یورپ کی ہی تقلید میں مضمر ہے، جب کہ یہ ترقی نہیں تنزلی کی انتہا ہے۔ یہ تہذیب نہیں دورِ جاہلیت کی واپسی ہے ہمیں یقین ہے کہ انہیں تہذیب و اخلاق اور انسانی حقوق کا معنی سمجھنے میں ضرور غلطی لگی ہے ورنہ کبھی اس قسم کی بے وقوفی کا ارتکاب نہ کرتے کہ ایک کے بدلے سو کی زندگی اجیرن ہو جائے۔

سنگاپور میں دی جانے والی سزا کی کیفیت یہ تھی کہ مجرم کے ہاتھ پیر خوب باندھے گئے اسے پیٹ کے بل اوندھا لٹایا گیا۔ مارنے والے نے پوری قوت کے ساتھ ہاتھ تان کر مارا۔ جبکہ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ کوڑے کی ضرب کا اثر انسان کی کھال تک رہے۔ اس طرح مارنا کہ اس کی کھال پھٹ جائے یا زخم آجائے یا اس کا اثر گوشت تک پہونچ جائے جائز نہیں ہے۔ مجرم کو باندھنا بھی اسی وقت ہو کہ وہ بھاگنے کی کوشش کرے ورنہ اسے باندھنے کی بھی اجازت نہیں۔ اور کوڑا بھی نہایت اوسط درجہ کا ہو نہ بہت سخت اور نہ بہت نرم اور پھر یہ کہ پوری قوت کے ساتھ ہاتھ تان کر مارنا بھی جائز نہیں رکھا گیا۔ بلکہ یہ ہدایت دی گئی کہ مارنے والا اس طرح مارے کہ اس کی بغل نہ کھلنے پائے۔ اضرب ولا یری ابطک (المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۵ صفحہ ۵۲۰)

جن اسلامی ممالک میں ان احکامات کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اس کے بارے میں یوں تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان لوگوں کا اپنا فیصلہ ہے۔ جو غلط ہے۔ لیکن اس طریقے کو اسلام کے سر تھوپنا کسی صورت میں درست نہیں۔ اعدائے اسلام اسلامی ممالک میں رائج ان غلط طریقوں کو اسلامی طریقہ سمجھتے اور لوگوں کو سمجھاتے ہیں۔ ان کا اصل مقصد ممالک اسلامیہ کو نہیں۔ بلکہ اسلام کو نشانہ طعن بنانا ہوتا ہے۔

امریکی و مغربی حکمرانوں اور دانشوروں سے ہماری گذارش ہے کہ وہ ان مسلم اور غیر مسلم ممالک کی طرف ایک نظر کریں۔ جہاں مجرم کو اس قسم کی سزا دی جا رہی ہے اور یہ بھی دیکھیں کہ ان قوانین کی روشنی میں ان ممالک میں جرائم کی شرح کیا ہے۔ پھر اپنے نام نہاد تہذیب یافتہ ملک اور وہاں تیزی سے بڑھنے والے جرائم بھی دیکھیں پھر فیصلہ کریں کہ ان سخت سزاؤں کے قوانین سے معاشرہ کو سکون نصیب ہوتا ہے یا نہیں؟ جرائم کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے یا کمی؟

جو حکمران اور دانشور مجرموں کو سخت سزا دینے کے مخالف ہیں وہ ہی دراصل مجرموں کو جرائم پر آمادہ کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ اور معاشرے کو اس قسم کے مفکرین کے فیصلوں سے جس خوف و کرب سے گزرنا پڑتا ہے اس کا مشاہدہ مغربی اور امریکی دنیا میں کیا جا سکتا ہے۔

اپنی جہاز راں کمپنی

پی این ایس سی

کے

جہاز

سے مال بھیجیے

بروقت - محفوظ - باکفایت

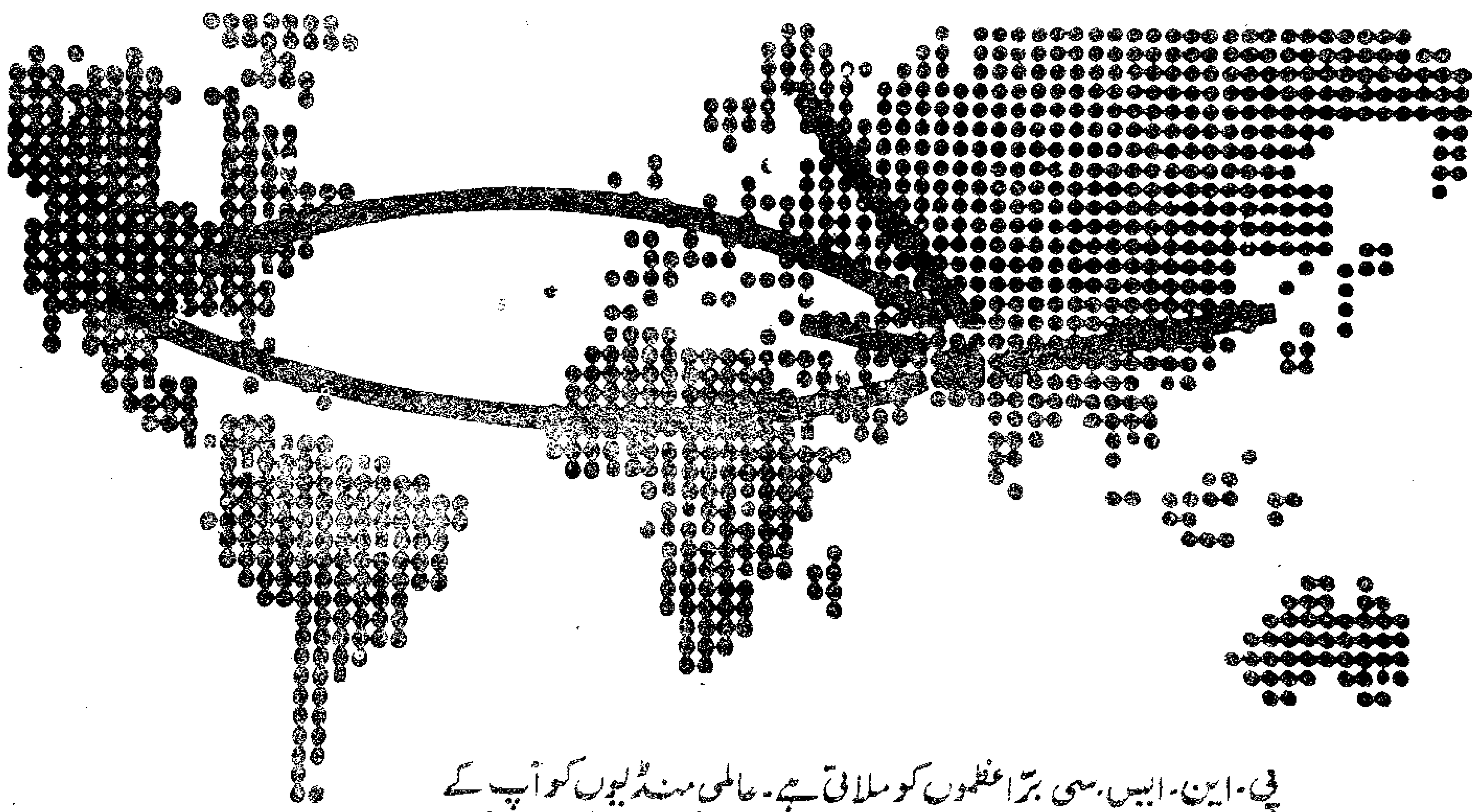

پی۔ این۔ ایس۔ سی برّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمد کنندگان اور درآمد کنندگان، دونوں کے لیے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

پی۔ این۔ ایس۔ سی قومی پرچم بردار۔ پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہاز راں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

**پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن**

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ

PNSC

PARAGON